خلافت لائبریری ربوہ

منگل
30- مئی 1995ء

احمدی احباب کی تعلیم و تربیت کے لئے

روزنامہ
الفضل ربوہ
ایڈیٹر: نسیم سیفی
فون ۴۴۹
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

جلد 45-80 نمبر 119 | منگل-30 ذوالحجہ -1415ھ' 30 ہجرت 1374ھش' 30 مئی 1995ء

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خدا تعالیٰ کی مرضی کو اپنی مرضی پر مقدم رکھو

دوستی کا اصول یہ ہے کہ کبھی اپنی اس سے منوائے اور کبھی اس کی آپ مانے۔ اور یہی طریق خدا تعالیٰ نے بھی بتلایا ہے کہ (۔) تم مانگو تو میں تمہیں دوں گا یعنی تمہاری بات مانوں گا اور دوسری جگہ اپنی منواتا ہے (۔) مگر یہاں آج کل لوگ خدا تعالیٰ کو مثل غلام کے اپنی مرضی کے تابع کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ غوث۔ قطب' ابدال اور اولیاء وغیرہ جس قدر لوگ ہوئے ہیں ان کو یہ سب مراتب اسی لئے ملے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی مرضی کو اپنی مرضی پر مقدم رکھتے چلے آئے۔

(حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

ارشادات حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

یاد رکھو گناہ کی زندگی سے موت اچھی ہے کیونکہ گناہ کی زندگی مجرمانہ زندگی ہے۔ اگر اس پر موت وارد نہ ہو تو یہ سلسلہ لمبا ہو جاتا ہے۔ لیکن جب موت آ جاتی ہے تو کم از کم گناہ کا سلسلہ لمبا تو نہیں ہوتا۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ انسان خودکشی کر لیوے بلکہ انسان کو چاہئے کہ اس زندگی کو اس قدر قبیح خیال کر کے اس سے نکلنے کے لئے کوشش کرے اور دعا سے کام لے کیونکہ جب وہ حق تدبیر کا ادا کرتا ہے اور پھر سچی دعاؤں سے کام لیتا ہے تو آخر اللہ تعالیٰ اس کو نجات دے دیتا ہے اور وہ گناہ کی زندگی سے نکل آتا ہے۔ کیونکہ دعا بھی کوئی معمولی چیز نہیں ہے بلکہ وہ بھی ایک موت ہی ہے۔ جب اس موت کو انسان قبول کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو مجرمانہ زندگی سے جو موت کا موجب ہے بچا لیتا ہے اور اس کو ایک پاک زندگی عطا کرتا ہے۔ (۔)

یاد رکھو دعا ایک موت ہے اور جیسے موت کے وقت اضطراب اور بے قراری ہوتی ہے اسی طرح پر دعا کے لئے بھی ویسا ہی اضطراب اور جوش ہونا ضروری ہے اس لئے دعا کے واسطے پورا پورا اضطراب اور گدازش جب تک نہ ہو تو بات نہیں بنتی۔ پس چاہئے کہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر نہایت تضرع اور زاری و ابتہال کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حضور اپنی مشکلات کو پیش کرے اور اس دعا کو اس حد تک پہنچاوے کہ ایک موت کی سی صورت واقع ہو جاوے اس وقت دعا قبولیت کے درجہ تک پہنچتی ہے۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۶۱۶)

عبودیت ہی تمام کامیابیوں کی کلید ہے

(حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی)

اللہ تعالیٰ نے (اہل ایمان) کو اور پھر ان کے ذریعہ ساری دنیا کو اس بات کی طرف متوجہ کیا ہے کہ کوئی چیز مفید یا بابرکت یا کوئی خوشی اور راحت' کوئی ترقی یا کمال کوئی درجہ یا رتبہ ایسا حاصل نہیں ہو سکتا جو خدا تعالیٰ کے قوانین کے خلاف چل کر حاصل ہو۔ بلکہ تمام کامیابیوں کا ذریعہ عبودیت ہے۔

جب کبھی وہ خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ خواہ منہ سے کرے جیسا کہ بعض بیوقوف کرتے ہیں۔ یا اپنے اعمال سے ایسا ظاہر کرے وہ یقیناً ناکام و نامراد رہے گا(۔)

مشہور ہے کہ ایک شخص نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ ایک زمیندار چاہتا تھا کہ اس کو اس دعویٰ سے ہٹاؤں۔ مولوی اس سے مباحثہ کرتے تو وہ بھی حجتیں کرتا۔ اور دلائل دیتا۔ آخر زمیندار ایک دن اسے اکیلا پا کر گیا اور پوچھا کہ تم نے خدائی کا دعویٰ کیا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ زمیندار نے گردن پکڑ کر نیچے گرا لیا۔ اور کہا میں تو تم کو عرصہ سے تلاش کرتا تھا۔ تم ہی نے میرے باپ کو مارا ہے اور یہ کہہ کر ایک مکا زور سے اس کے مارا اور پھر کہا کہ تم نے ہی میری ماں کو مارا ہے۔

باقی صفحہ ۷ پر

ہر ایک عطاء الٰہی کو اپنے محل پر صرف کرنا اس کا نام تدبیر ہے

(حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

○ سانحہ ارتحال

○ مکرم محمد شریف صاحب جنجوعہ لاہور کینٹ تحریر کرتے ہیں کہ ان کی بڑی ہمشیرہ محترمہ رشیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری عبدالمجید صاحب سابق سیکرٹری جنرل جماعت احمدیہ کراچی اچانک حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے مورخہ ۳۔ مئی ۱۹۹۵ء کو نیویارک میں انتقال کر گئیں۔ ان کی میت ربوہ پہنچنے پر ۷۔ مئی کی صبح کو محترم مولانا سلطان محمود انور صاحب ناظر اصلاح و ارشاد نے جنازہ پڑھایا۔ اور قبر تیار ہونے پر مولانا موصوف نے ہی دعا کروائی۔ آپ محترم چوہدری محمد ابراہیم صاحب آف ملتان کی صاحبزادی اور محترم چوہدری عبدالرحمٰن صاحب سابق امیر جماعت احمدیہ ملتان کی ہمشیرہ تھیں۔ احباب موصوفہ کی بلندی درجات کے لئے دعا کریں۔

○ محترم وسیم احمد چوہدری ابن مکرم چوہدری غلام حسین صاحب اوورسیر مورخہ ۹۵-۵-۶ لمبی بیماری کے بعد وفات پا گئے ہیں۔ موصوف کی عمر ۴۴ سال تھی پسماندگان میں پانچ بچے چھوڑے ہیں۔ تدفین فرانکفرٹ جرمنی میں ہوئی ہے۔ احباب سے ان کی بلندی درجات کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

درخواست دعا

○ مکرم رشید احمد خان صاحب۔ بی۔ اے (دفتر وصیت) کچھ دنوں سے صاحب فراش ہیں۔ پانچ عدد گلوکوز کی ڈرپیں لگ چکی ہیں اور کمزوری بہت ہے۔ احباب جماعت سے درخواست دعا اللہ تعالیٰ انہیں شفا عطا فرمائے۔

○ مکرم صوفی محمد امین صاحب بشیر کالونی ڈسکہ کی آنکھ سریا کاٹتے ہوئے لوہے کا ٹکڑا لگنے سے زخمی ہو گئی ہے۔ کامل شفایابی کے لئے درخواست دعا ہے۔

○ مکرم نصر اللہ صاحب ایجنٹ اخبار جنگ ربوہ کی اہلیہ فہمیدہ بیگم صاحبہ پتے کے آپریشن کے بعد گردوں میں خرابی کی وجہ سے شدید بیمار ہیں۔ سخت تکلیف ہے۔ احباب جماعت سے موصوفہ کی جلد اور کامل شفایابی کے لئے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے۔

○ اپنے (واقفین نو) بچوں کو سطحی چالاکیوں سے بھی بچائیں۔

(حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

30- ہجرت ۱۳۷۴ ھش   30 - مئی ۱۹۹۵ء

خدا سے خدا مانگیں

ہم خدا تعالیٰ سے کیا مانگیں ؟ اپنے لئے صحت 'لمبی عمر' کشائش 'کامیابی' اور ایسی ہی دیگر اشیاء ؟ لیکن یہ تو ساری چیزیں عارضی ہیں۔ ان میں سے کوئی ایسی چیز نہیں جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہو۔ جب انسان خود ہی فانی ہے تو اسے ملنے والی چیزیں کیوں فانی نہیں ہوں گی۔ اس کی فنا کے ساتھ باقی تمام چیزیں جنہیں وہ اپنی کہتا رہا ہے ان سے جدائی ہو جاتی ہے۔ کہتے ہیں نا کہ انسان اس دنیا سے خالی ہاتھ جاتا ہے بے شک اس نے کتنا ہی کمایا ہو۔ بے شک اس کی صحت کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہو۔ بے شک اس کی کامیابیاں اسے بہت اوپر لے گئی ہوں لیکن ادھر وہ آخری سانس لیتا ہے اور ادھر یہ سب چیزیں اس کے ہاتھ سے نکل جاتی ہیں۔ تو پھر انسان خدا تعالیٰ سے کیا مانگے۔ کوئی ایسی چیز کیوں نہ مانگے جو اس کے ساتھ ہمیشہ رہنے والی ہو۔ اس دنیا میں بھی قدم قدم پر اس کا ساتھ دے۔ اور اگلی دنیا میں بھی اس کی زندگی کا جزو بن کر رہے۔ ایسی چیز تو خدا تعالیٰ سے خدا ہی کو مانگنا ہے۔ خدا ہمارا ہو جائے تو اس دنیا میں بھی ہر آسائش اور ہر کامیابی میسر آسکتی ہے اور اگلی دنیا میں بھی انسان کامیاب و کامران کہلا سکتا ہے۔

جہاں تک مانگنے کا تعلق ہے انسان خدا سے مانگے۔ اور مانگتا رہے تو اسے ضرور دیا جاتا ہے۔ جو کچھ وہ مانگتا ہے وہ اسے مل جاتا ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ چیز اس کے لئے انتہائی مضر ہو اور اللہ تعالیٰ اس کی بہبود کے پیش نظر وہ اسے دینا نہ چاہے۔ ورنہ ہر چیز جو وہ مانگتا ہے کسی نہ کسی رنگ میں اسے مل جاتی ہے۔ اور اس کی تسلی ہو جاتی ہے۔ لیکن جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے۔ یہ ساری چیزیں تو فانی ہیں۔ اس سے اسی وقت تک جڑی رہتی ہیں جب تک وہ سانس لیتا اور اس دنیا میں زندہ ہوتا ہے۔ جونہی سانس بند ہوئی۔ زندگی کا خاتمہ ہوا اس کے ہاتھ خالی ہو گئے اور وہ خالی ہاتھوں کے ساتھ اگلی دنیا میں جاتا ہے۔ لیکن اگر خدا تعالیٰ کے ساتھ اس کا تعلق جڑ گیا ہو تو چونکہ خدا ازلی ابدی ہے اس پر کبھی فنا نہیں آتی۔ وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اور وہی زندگی قائم رکھنے کا باعث ہے۔ تو انسان چاہے اس دنیا میں ہو یا اس دنیا میں وہ اس کے ساتھ رہے گا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم جو کچھ خدا سے مانگتے ہیں وہ خدا ہی ہونا چاہئے۔ باقی دعائیں بھی قبول ہو جائیں گی۔ لیکن خدا کو مانگنے والی دعا یقیناً قبول ہوگی۔ اور سب سے زیادہ موثر یہی ثابت ہوگی۔ سب سے زیادہ دیرپا بھی یہی ہوگی۔ اور سب سے زیادہ دل کو تسکین دینے والی دعا بھی یہی ہوگی۔ اس کی قبولیت نہ صرف اس دنیا میں اثر انداز ہوتی ہے۔ بلکہ اگلی دنیا میں بھی۔ پس خدا تعالیٰ سے سب کچھ مانگئے اور سب سے زیادہ خدا تعالیٰ سے خدا کو ہی مانگئے۔ یہی اصل دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے کہ ہم اپنا رخ اس کی طرف رکھیں۔ وہ ہمارا ہو جائے اور ہم اس کے ہو جائیں۔ وہ یہاں بھی ہمارا ساتھ دے اور وہاں بھی۔ وہ اس دنیا میں بھی ہم سے خوش رہے اور اس دنیا میں بھی۔

آخر اُس شخص نے کیا کیا ہے
ناسمجھ سے تجھے گلہ کیا ہے
تُو نے رو کر بہا دیئے دریا
"دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے"

ابوالاقبال

جانوں جاناں

ہجر گر وصل میں ڈھل جائے تو جانوں جاناں
میری تقدیر بدل جائے تو جانوں جاناں

دلِ مضطر کو کسی طور نہیں ملتا قرار
روح بے چین سنبھل جائے تو جانوں جاناں

جانِ من یاد تیری آتی ہے سب کو ہر پل
یاد کی پل مجھے مل جائے تو جانوں جاں

میں اگر زندہ ہوں موہوم سی اُمید کے ساتھ
میری اُمید جو پھل جائے تو جانوں جاناں

اپنے مولا سے دعا کرتے ہیں ہم صبح و مساء
آرزو "رحم" میں ڈھل جائے تو جانوں جاناں

غیر ممکن کو تو ممکن میں بدل سکتا ہے
راہ "مسدود" جو کُھل جائے تو جانوں جاناں

اُن کے آنے سے ہر اِک سمت بہار آ جائے
دلِ پژمردہ جو کِھل جائے تو جانوں جاناں

یوں تو ہر روز دعا کرتے ہیں مولا سے خلیقؔ
آنکھ سے آنسو اُبل جائے تو جانوں جاناں

خلیق بن فائق گورداسپوری

دعا بڑی زبردست اثر والی چیز ہے

میں سچ کہتا ہوں کہ دعا بڑی زبردست اثر والی چیز ہے بیماری سے شفا اس کے ذریعہ ملتی ہے دنیا کی تنگیاں مشکلات اس سے دور ہوتی ہیں۔ دشمنوں کے منصوبے سے یہ بچالیتی ہے۔ اور وہ کیا چیز ہے جو دعا سے حاصل نہیں ہوتی۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ انسان کو پاک کرتی ہے اور خدا پر زندہ ایمان یہ بخشتی ہے۔

(حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

روزنامہ **الفضل** ربوہ	پبلشر: آغا سیف اللہ - پرنٹر: قاضی منیر احمد مطبع: ضیاء الاسلام پریس - ربوہ مقام اشاعت: دارالنصر غربی - ربوہ	**قیمت** دو روپیہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عبدالستار خان مربی سلسلہ

حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب

وہ خوش نصیب افراد جماعت احمدیہ جنہیں حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے دست مبارک پر قبول احمدیت کی توفیق ملی ان کی بھاری اکثریت آسمان احمدیت پر روشن ستارے بن کر چمکی۔ انہی پاک وجودوں میں سے حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب تھے جنہیں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے "غضنفر" کے لقب سے ملقب فرمایا۔ عبادت الٰہی اور کلام پاک سے محبت جن کی روح کی غذا تھی۔ جو سلسلہ احمدیہ کے انتہائی مخلص پر جوش اور بے بدل عالم تھے۔

حضرت مولوی صاحب حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے۔ آپ کے والد کا نام حضرت سید محمد حسن شاہ صاحب تھا۔ آپ کے دادا سید زین العابدین صاحب تھے ان کے بھائی شاہ محمد غوث صاحب ایک مشہور بزرگ تھے جن کا مزار لاہور میں دہلی گیٹ سے باہر ہے۔ آپ کے خاندان کو ہزارہ اور شمالی کشمیر کے قبائل میں بہت عزت و توقیر حاصل تھی۔ حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحب ۱۸۵۵ء کے لگ بھگ موضع گھنڈی ضلع مظفر آباد میں پیدا ہوئے۔ ۱۳ سال کی عمر میں تحصیل علم کی خاطر اپنے وطن ہزارہ سے عازم سفر ہوئے۔ علوم منطق و فلسفہ مولوی غلام احمد صاحب اول مدرس مدرسہ نعمانیہ سے پڑھا۔ مفتی سلیم اللہ صاحب لاہوری سے طب پڑھی۔ اس کے بعد دیو بند تشریف لے گئے۔ اور وہاں علوم حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد کچھ عرصہ سہارنپور میں مدرسہ مظاہر العلوم میں مدرس رہے۔

حق کی تلاش طالب علمی کے زمانہ میں ہی آپ نے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کا ذکر سنا تو تلاش حق شروع کر دی۔ ۱۸۹۲ء میں دیو بند جاتے ہوئے آپ لدھیانہ ٹھہرے تو پتہ چلا کہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ یہاں تشریف لائے ہوئے ہیں چنانچہ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تین گھنٹہ تک آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوتے رہے۔

بیعت: مختلف اوقات میں آپ نے حضرت بانی سلسلہ کے متعلق پانچ خوابیں دیکھیں — —

— — — — — — — —

آپ نے ایبٹ آباد میں قیام کے دوران اپنے ایک احمدی دوست بابو غلام محی الدین صاحب سے ذکر کیا کہ میں حضرت بانی سلسلہ کی بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ آپ سردست بیعت نہ کریں۔ اس علاقہ کے لوگ ہنوز احمدیت سے بکلی ناآشنا ہیں اور اگر آپ نے بیعت کر لی تو یہ لوگ آپ سے فائدہ اٹھانے کی بجائے مخالف ہو جائیں گے۔ لیکن حضرت مولانا نے بیعت میں تاخیر برداشت نہ کی اور حضرت بانی سلسلہ کی خدمت میں اپنے تفصیلی حالات' بیعت پر آمادگی اور احمدی احباب کا مشورہ تحریر کیا اس خط کے جواب میں حضرت مولوی عبدالکریم سیالکوٹی صاحب کے قلم سے حضرت بانی سلسلہ کا یہ ارشاد موصول ہوا کہ احمدی احباب کا مشورہ صحیح نہیں کیونکہ اپنے نفس کا حق دوسروں سے زیادہ ہے۔ اس لئے کہ اپنی اصلاح دوسروں کی اصلاح سے مقدم ہے آپ فوراً بیعت کا اعلان کر دیں۔ چنانچہ خط ملتے ہی آپ نے بیعت کا اعلان کر دیا۔ یہ واقعہ ۶۔ مارچ ۱۸۹۷ء سے قبل کا ہے۔ آپ کے اعلان بیعت پر ایبٹ آباد میں اور علاقہ بھر میں آپ کے خلاف طوفان بدتمیزی اٹھ کھڑا ہوا۔

چنانچہ آپ یہاں سے پشاور تشریف لے گئے۔ ایبٹ آباد میں جامعہ کے مدرسہ میں آپ پڑھاتے تھے۔ پچپن روپے اور کھانا معاوضہ ملتا تھا۔ پشاور میں آپ کو ۱۸۰ روپے ماہوار پر بطور پروفیسر ملازمت مل گئی۔ ایک دفعہ آپ موسم گرما کی تعطیلات میں اپنے چند دوستوں کے ہمراہ قادیان آئے۔ جب رخصت ہونے لگے تو حضرت بانی سلسلہ نے آپ کو خاص طور پر بلایا اور فرمایا کہ میں خداداد فراست سے آپ میں رشد و ہدایت پاتا ہوں۔ پشاور میں اڑھائی سال قیام کے بعد اپریل / مئی ۱۹۰۱ء میں مستقل طور پر قادیان آ گئے اور نہایت قلیل گذارہ پر قانع ہو کر نہایت درجہ خلوص' فدائیت کے ساتھ سلسلہ احمدیہ کی اہم علمی اور دینی خدمات بجا لانے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے خلوص میں بے اندازبرکت ڈالی اور آپ کو مسلسل ۴۶ سال تک نہایت جلیل القدر اور بے شمار خدمات سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائی۔

حضرت بانی سلسلہ کی نظر میں آپ اس لحاظ سے بہت ہی خوش بخت تھے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ آپ کو بہت محبت اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب فرماتے ہیں۔

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ انہیں (یعنی حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحب کو) قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ چنانچہ مد کے مباحثہ میں ان کو جماعت کی طرف سے نمائندہ بنا کر بھیجا۔ اسی طرح نواب صاحب رامپور نے جب احمدی مسائل پر گفتگو کرانے کی خواہش کی تو حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اس کام کے لئے حضرت مولوی سرور شاہ صاحب کو منتخب کیا۔ (...... احمد جلد پنجم حصہ دوم ص ۱۹۵) حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی نظر میں جو آپ کو بلند مقام حاصل تھا اس پر یہ امر بھی دال ہے کہ آپ ابھی جوان ہی تھے کہ حضرت بانی سلسلہ آپ کی امامت میں عبادات اور جمعے ادا کرتے تھے۔ آپ کا اپنا بیان ہے۔ "حضرت صاحب نے مجھے بیت اقصیٰ کا امام مقرر کیا تھا۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی وفات کے بعد حضرت صاحب نے مجھے بیت مبارک میں عبادات ادا کرنے کا ارشاد فرمایا اس لئے کہ کبھی مجھے بھی بیت مبارک میں عبادت کروانی ہوتی تھی چنانچہ میں نے بیسیوں جمعے اور عبادات بیت مبارک میں پڑھائیں جن میں حضرت (بانی سلسلہ احمدیہ) مقتدی ہوتے تھے۔ (سیرت سرور...... احمد جلد پنجم حصہ دوم ص ۶۷) حضرت چوہدری محمد شریف صاحب سابق مربی انچارج گیمبیا و بلاد اسلامیہ کا بیان ہے کہ حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحب کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے "میاں! اب صرف سرور شاہ ہی ایک ایسا آدمی رہ گیا ہے جس کے پیچھے اس دنیا میں حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ عبادات ادا کرتے رہے ہیں" اور اس بات کے بیان کرتے وقت آپ کا چہرہ خوشی سے گلاب کے پھول کی طرح سرخ نظر آتا تھا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت بانی سلسلہ کے مبارک عہد میں آپ کی (تشریح کلام الٰہی) (......) کو شرف اسناد حاصل ہو گیا تھا۔ جس کی اشاعت کے لئے خاص اہتمام کیا گیا اسکے ۵۵۲ صفحات حضرت بانی سلسلہ کے عہد میں شائع ہوئے۔

اس زمانہ میں حضرت مولانا نورالدین صاحب (امام جماعت احمدیہ الاول) کی عدم حاضری میں آپ ہی کلام الٰہی کا درس دیتے تھے۔

سفروں میں رفاقت حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے بعض سفروں میں آپ کو رفاقت کی سعادت نصیب ہوئی۔ چنانچہ ۱۵۔ جنوری ۱۹۰۳ء کو حضرت بانی سلسلہ بمقدمہ کرم دین جہلم تشریف لے گئے تو آپ بھی ہمراہ تھے۔ (سیرت سرور...... احمد جلد پنجم حصہ سوم ص ۱۱۵) اسی مقدمہ میں آپ گورداسپور بھی جاتے رہے۔ اور کئی خدمات مثلاً حوالے نکالنے اور کھانا پیش کرنے کی توفیق پاتے رہے۔

وقف: ۱۹۰۷ء کے آخر میں حضرت بانی سلسلہ نے یہ تحریک کی کہ سلسلہ کا کام بڑھ رہا ہے اور اس بات کی ضرورت ہے کہ نوجوان خدمت دین کے لئے اپنے آپ کو وقف کریں۔ اس پر نوجوانوں کے علاوہ بعض اور دوستوں نے بھی زندگی وقف کرنے کے عہد کی درخواستیں حضرت بانی سلسلہ کی خدمت میں بھجوائیں حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب نے بھی درخواست دی جس پر حضرت بانی سلسلہ عالیہ نے فرمایا

"آپ کو اس کام کے لائق سمجھتا ہوں"

(ذکر حبیب از حضرت مفتی محمد صادق صاحب ص ۱۴۷)

(و سیرت سرور...... احمد جلد پنجم حصہ سوم ص ۱۱۷)

آپ نے اس عہد وقف کو عمر بھر نہایت اخلاص سے نبھایا اور دنیوی امور کی طرف قطعاً توجہ نہ دی۔ ۱۹۰۱ء میں ۱۸۰ روپے ماہوار کی آمد ترک کر کے قادیان میں بارہ' پندرہ روپے کا قلیل مشاہرہ قبول کیا۔ بتیس سال بعد جب آپ ریٹائر ہوئے تو آپ کا مشاہرہ ۱۸۰ تک نہیں پہنچا۔ بلکہ صرف ڈیڑھ صد پر اختتام پذیر ہوا۔

نشانات دیکھنا آپ کو حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی پاک صحبت میں نشانات دیکھنے کے مواقع بھی حاصل ہوئے۔ اور یقیناً یہ امر آپ کے لئے برکت و ازدیاد ایمان کا موجب ہوا ہو گا مثلاً ۲۸۔ فروری ۱۹۰۷ء کو اللہ تعالیٰ نے حضرت بانی سلسلہ کو زلزلہ کی جو خبر دی اس کے وقوع سے قبل سننے والے یکصد احباب کے اسماء حقیقتہ...... میں درج ہیں وہاں "محمد سرور عفی عنہ" آپ کا نام بھی درج ہے۔

اسی طرح ۲۰۔ جون ۱۹۰۳ء کو جو بشارت حضرت بانی سلسلہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی اس کے پورا ہونے کے متعلق بطور گواہ آپ کا نام بھی درج ہے۔

حضرت امام جماعت احمدیہ الاول کی نظر میں آپ حضرت امام جماعت احمدیہ کا بے حد احترام کرتے تھے اور حضرت ممدوح کی نگاہ میں آپ اس وجہ سے بہت ہی قابل عزت تھے کہ آپ چوٹی کے علماء فقہا میں تھے۔ حضرت مولوی صاحب نے حضرت امام جماعت احمدیہ الاول کی مرض الموت میں جو عظیم خدمت کی توفیق پائی اس کی تعریف کرتے ہوئے حضرت امام جماعت احمدیہ الاول کے جذبات تشکر سے آنسو جاری ہو گئے تھے۔

امامت اولیٰ کے دور میں مدرس و پروفیسر کے فرائض کے علاوہ متعدد بار امامت عبادت اور خطبات دینے کی سعادت پائی۔ اور مجلس نصاب مدرسہ احمدیہ کے رکن منتخب ہوئے۔ بیوت الذکر میں درس بھی دینے کا موقع ملا۔

عبادت: اللہ تعالیٰ کی عبادت آپ کی روح کی غذا تھی۔ بیت مبارک میں ہمیشہ صف اول میں بیٹھا کرتے تھے۔ اور عبادت سے کافی وقت پہلے بیت الذکر پہنچ جاتے۔ سخت سردی' گرمی یا بارش بھی عبادت باجماعت کی ادائیگی میں روک

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نہ بنتی بلکہ بسا اوقات سخت بخار کی حالت میں بھی بیت الذکر تشریف لے آتے۔ عبادت اتنے سوز وگداز اور شغف سے ادا فرماتے کہ مقتدی گھبرا جاتے کہ حضرت مولوی صاحب لمبی عبادت کرواتے ہیں

نور فراست: حضرت مولوی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے نور فراست عطا فرمایا تھا۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ آپ نے حضرت صاجزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کے متعلق ان کے بچپن ہی سے یہ یقین کرلیا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو عظیم الشان مقام عطا فرمائے گا۔ اس بارہ میں حضرت مولانا چوہدری محمد شریف صاحب سابق مربی گیمبیا و بلاد اسلامیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی صاجزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد ابھی بچہ ہی تھے اور مدرسہ میں زیر تعلیم تھے اور میں پڑھایا کرتا تھا اس وقت میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ کی بڑی شان ہے۔ اس وقت سے لے کر آج تک میں جب آپ والی کلاس میں جاتا اور صاجزادہ صاحب موجود ہوتے تو میں کرسی پر نہیں بیٹھتا تھا۔ اور اس بات کو میں سوءادب خیال کرتا تھا کہ میں آپ کے سامنے بیٹھوں بلکہ کھڑا ہو کر پڑھایا کرتا تھا اور یہ خواب میں نے انہی دنوں حضرت صاجزادہ صاحب کو سنا دیا تھا اور کہا تھا کہ صاجزادہ صاحب اس وقت ہمارا خیال رکھنا۔

(......احمد جلد پنجم حصہ سوم سیرۃ سرور ۱۶۷)

نکاح خوانی: آپ نے صدہا نکاح پڑھے۔ اور آپ کو یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی کے دو نکاح آپ نے پڑھے۔

سات فروری ۱۹۲۱ء کی صبح بیت مبارک میں حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی کا نکاح ایک ہزار حق مہر پر حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب کی صاجزادی حضرت سیدہ مریم صاحبہ (سیدہ ام طاہر صاحبہ) کے ساتھ پڑھا (-) اور حضرت صاحب نے لمبی دعا کرائی۔

(اخبار الحکم ۲۱-۲-۱۴)

اسی طرح ۲۶-۲-۱ کو بیت اقصیٰ میں حضرت مولوی صاحب نے حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی کا نکاح محترمہ حضرت سیدہ عزیزہ بیگم صاحبہ بنت حضرت سیٹھ ابوبکر یوسف صاحب سے بعوض ایک ہزار روپے مہر پر پڑھا۔

(.... احمد جلد پنجم حصہ دوم ص ۱۱۰)

تقاریر: جلسہ سالانہ اور دیگر جلسوں میں سینکڑوں تقاریر کرنے کی توفیق پائی۔

تربیت اور دعوت الی اللہ: تربیت اور دعوت الی اللہ کی غرض سے آپ نے ہندوستان کے متعدد مقامات کے بے شمار سفر کئے جن میں سلسلہ کے بزرگ علماء بھی آپ کے ہمراہ ہوتے تھے مثلاً حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحب۔ حضرت میر محمد اسحاق صاحب۔ حضرت میر قاسم علی صاحب حضرت حافظ روشن علی صاحب وغیرہ۔

امامت ثانیہ میں خدمات: دور امامت ثانیہ میں رکن مجلس معتمدین۔ افسر مدرسہ احمدیہ۔ پروفیسر اعلیٰ۔ سیکرٹری بہشتی مقبرہ جنرل سیکرٹری۔ ناظر تعلیم و تربیت۔ ناظم جلسہ اندرون شہر افسر مال۔ رکن شوریٰ۔ ۱۹۲۴ء کی انتظامیہ کمیٹی کے ممبر۔ افسر بیوت الذکر مرکزیہ۔ مفتی سلسلہ' امیر مقامی۔ پرنسپل جامعہ احمدیہ اور پرنسپل جامعۃ الواقفین غرضیکہ متعدد شعبوں کے انچارج کی حیثیت سے مثالی کام کیا۔ اور ہر شعبہ کو اپنے ایثار۔ خلوص۔ محنت اور دعاؤں سے نمایاں ترقی دی۔ اور آنے والی نسلوں کے لئے خدمت دین کا ایسا فقید المثال شاندار نمونہ قائم کیا جو رہتی دنیا تک یادگار رہے گا۔

وفات: چند روز علیل رہنے کے بعد نور ہسپتال میں ۳- جون ۱۹۴۷ء کو بقضاء الٰہی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ دوسرے دن آپ کا جنازہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے باغ میں حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی نے ہزاروں افراد کے ہمراہ پڑھایا۔ نعش کو کندھا دیا اور قبر کی تیاری تک حضرت صاحب وہیں رہے اور اپنے دست مبارک سے آپ کی قبر پر مٹی ڈالی اور دعا کی۔ حضرت مولوی صاحب کو رفقاء کے قطعہ خاص میں مزار حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے بالکل قریب دفن کیا گیا۔

حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی نے حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحب کے وصال کے تیسرے روز مورخہ ۶- جون ۱۹۴۷ء کو ایک مفصل خطبہ دیا جس میں آپ کے سنہری کارناموں پر نہایت شرح و بسط سے روشنی ڈالی اور فرمایا۔

اس زمانہ میں ہماری جماعت میں کوئی اچھے پایہ کا فلسفی اور منطقی دماغ رکھنے والا نہ تھا۔ سو اللہ تعالیٰ نے مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب کو ہدایت دے دی اور وہ آپ پر ایمان لے آئے۔ اس کے بعد آپ پشاور میں پروفیسر مقرر ہوئے لیکن کچھ عرصہ بعد قادیان کی محبت نے غلبہ کیا اور آپ قادیان تشریف لے آئے اور دستی بیعت کی۔ حضرت (بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ) نے مولوی صاحب سے فرمایا۔ آپ یہیں رہ جائیں تو آپ یہیں رہنے لگ گئے۔ بعض لوگوں نے زور دیا کہ مولوی صاحب کالج میں پروفیسر ہیں اور اچھی جگہ کام کر رہے ہیں ان کی ملازمت سے سلسلہ کو فائدہ ہو گا اور ان کے ذریعہ (دعوت الی اللہ) ہو گی چنانچہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے آپ کو واپس جانے کی اجازت دے دی۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد مولوی صاحب حضرت بانی سلسلہ سے اجازت لے کر واپس آگئے اور قادیان میں مستقل رہائش اختیار کرلی۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے زمانہ میں مولوی صاحب کا مدّ کا مباحثہ مشہور چیز ہے۔

باوجود اس کے کہ وہ میرے استاد تھے باوجود اس کے کہ وہ عمر میں مجھ سے بڑے تھے باوجود اس کے کہ وہ درسی تعلیم میں بہت دسترس رکھتے تھے میں نے اکثر دیکھا کہ مولوی صاحب کاغذ پنسل لے کر بیٹھتے تھے اور باقاعدہ میرا لیکچر نوٹ کرتے رہتے تھے۔ ان میں محنت کی اتنی عادت تھی کہ میں نے جماعت کے کسی اور شخص میں نہیں دیکھی۔ اگر مجھے کسی کی محنت پر رشک آتا ہے تو وہ مولوی صاحب تھے۔ (-) میرے زمانہ (امامت) میں میری جگہ اکثر مولوی صاحب ہی عبادت کرواتے تھے۔ (-) ایسے عالم کی زندگی نوجوان علماء کے لئے بہت کار آمد تھی۔ نوجوان علماء کی وہ نگرانی کرتے تھے' (-) انہوں نے یہاں آ کر لمبی لمبی دعائیں کی اور روحانیت سے اپنا حصہ لیا (-) جہاں تک کام کرنے کا تعلق ہے مولوی صاحب میں کام کرنے کی انتہائی خواہش تھی (-) ایک کام جو ان کے سپرد تھا انہوں نے اس میں کمال پیدا کیا اور وہ ہمیشہ ان کی یادگار رہے گا جس طرح لنگر خانہ دارالشیوخ میر محمد اسحاق صاحب کے ممنون احسان ہیں اس طرح وصیت کا انتظام مولوی سید سرور شاہ صاحب کا ممنون احسان ہے مولوی صاحب نے جس وقت وصیت کا کام سنبھالا ہے اس وقت بمشکل وصیت کی آمد پچاس ساٹھ ہزار تھی۔ مگر مولوی صاحب نے اس کام کو ایسے احسن طور پر ترقی دی کہ اب وصیت کی آمد پانچ لاکھ روپیہ سالانہ تک پہنچ گئی ہے۔ آپ کو وصیت کے کام میں اس قدر شغف تھا کہ آپ بہت جوش و خروش کے ساتھ اس کام کو سرانجام دیتے تھے کیونکہ نظام وصیت حضرت (بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ) کا قائم کردہ تھا اور آپ نہیں چاہتے تھے کہ اس میں کوئی کمزوری واقع ہو جائے یہ آپ ہی کی محنت اور کوشش کا نتیجہ ہے کہ اب ہمارے چندہ عام سے چندہ وصیت زیادہ ہے یہ کام ہمیشہ آپ کی یادگار رہے گا۔ (-)

بہرحال مولوی صاحب کی وفات سے جماعت کو ایک بہت بڑا نقصان ہوا ہے اور ان کی اولاد کا تو دہرا نقصان ہوا ہے۔ اور بلحاظ اولاد ہونے کے اور بلحاظ احمدی ہونے کے بھی۔ ان کو دہرا نقصان برداشت کرنا پڑا ہے۔ مولوی صاحب باوجود ۸۴ سال عمر پانے کے آخر دم تک کام کرتے رہے۔

(الفضل ۱۳- جون ۱۹۴۷ء)

غرضیکہ حضرت مولانا محمد سرور شاہ صاحب آسمان احمدیت کے ایک روشن ستارے۔ حضرت بانی سلسلہ کی نگاہ میں قابل قدر' ائمہ احمدیت کے فدائی۔ فانی فی اللہ۔

' سلسلہ احمدیہ کے انتہائی مخلص فدائی۔ پرجوش اور بے بدل عالم۔ اولوالعزم اور بلند ہمت۔ جماعت احمدیہ کے قریباً سارے اولین مربیان کرام کے استاد۔ فقیہہ۔ مفتی سلسلہ۔ تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز جن کی امانت و دیانت اور ہر نیکی دوسروں کے لئے مثال اور قابل تقلید تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور اپنی رحمت کی چادر میں لپیٹ لے۔ آمین۔

آپ کا خط ملا

مکرم ملک جمیل الرحمٰن رفیق ربوہ سے لکھتے ہیں۔

برادرم مکرم نسیم سیفی صاحب

آج (مورخہ ۲۰- مئی) کے الفضل میں آمنہ خاتون صاحبہ کا مضمون "عربی زبان اور حسن بیان" ایک عمدہ کوشش ہے۔ مضمون نگار نے طالب کی جمع طلبۃ کو "عام قاعدہ سے ہٹ کر" قرار دیا ہے۔ اس بارہ میں واضح ہو کہ عربی میں جمع کثرت کے اوزان میں سے ایک وزن فَعَلَۃ بھی ہے۔ یہ عام قاعدہ ہے۔ ایسے الفاظ جو وصف پر دلالت کرتے ہوں نیز کسی ذی عقل نر (مذکر) کے بارہ میں ہوں تو ان کی جمع فَعَلَۃ کے وزن پر آسکتی ہے۔ طالب کا لفظ وصف ہے اور ذی عقل مذکر کے بارہ میں ہے' لہٰذا اس کی جمع قاعدے کے بالکل مطابق طَلَبَۃ آسکتی ہے۔ اس میں قاعدے سے ہٹنے والی کوئی بات نہیں۔ اس کی کئی مثالیں خود کلام الٰہی میں بھی پائی جاتی ہیں۔ مثلاً کَفَرَۃ۔ فَجَرَۃ۔ سَحَرَۃ۔ سَفَرَۃ۔ بَرَرَۃ۔ وغیرہ جو کہ بالترتیب کافر' فاجر' ساحر' سافر (نہ کہ مُسافر) اور بَارّ کی جمع ہیں۔ یہ سارے الفاظ اسم الفاعل ہونے کی وجہ سے (فاعِل کے وزن پر) وصف پر دلالت کرتے ہیں۔ بَارّ در اصل بَارِر تھا جو کہ عربی قاعدے کے مطابق بَارّ بن گیا ہے۔

مامون الرشید والا واقعہ دلچسپ ہے۔ اس میں کمپوزنگ کی غلطی کی وجہ سے تلک مَسَاوِیْکَ میں ی پر زبر چھپ گئی ہے۔ مَسَاوِیک جمع ہے مِسواک کی۔ مگر مَسَاوِیْکَ کا ایک معنی "تیری برائیاں" بھی ہے۔ اس صورت میں یہ لفظ مَسَاءَۃ کی جمع ہے۔ یعنی مَسَاوِئُکَ (تیری برائیاں)۔ عربی قاعدے کے مطابق اس ہمزے کو ی میں بدلنا بھی جائز ہے' اس طرح مَسَاوِئُکَ کا مَسَاوِیْکَ بن جائے گا۔

عام مضمون میں زبر' زیر کی اغلاط زیادہ قابل التفات نہیں ہوتیں' مگر جو مضمون ہو ہی لغت کے بارے میں' اس میں ایسی اغلاط مضمون کی مقصدیت کے خلاف ہوتی ہیں۔ اسی مضمون میں "اَقدام کیا" لکھا گیا ہے۔ صحیح "اِقدام کیا" ہے۔

بہرحال محترمہ مضمون نگار موصوفہ کی سعی قابلِ تحسین ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ابن العطاء

میرا کالم

ماہناموں کے نئے شمارے ہی پورے پڑھنے کا موقعہ نہیں ملتا چہ جائیکہ کسی پرانے پرچے کو دوبارہ کھنگالا جائے۔ لیکن میری چارپائی کے قریب ہی جہاں اخباروں اور رسالوں کا ایک ڈھیر لگا رہتا ہے۔ میری نظر پڑی تو تخلیق کا ایک پرچہ موجود پایا۔ میں نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ کون سا شمارہ ہے۔ انجمن خیال کے ورق الٹ پلٹ رہا تھا کہ ستار طاہر کا نام سامنے آیا۔ میں نے اس انجمن خیال میں جو کچھ ستار طاہر کے متعلق کسی نے لکھا ہے وہ سارے کا سارا پڑھ ڈالا اور حیرانی یہ ہوئی کہ ستار طاہر کو تو فوت ہوئے کئی سال ہو گئے ہیں۔ یہ اب اتنی باتیں تخلیق میں کیسے چھپ گئیں۔ لیکن جب پرچے کا اندرونی سرورق دیکھا تو پتہ چلا کہ یہ پرچہ تو اکتوبر ۱۹۹۳ء کا ہے۔

ستار طاہر دو تین دفعہ ربوہ تشریف لائے۔ ایک دفعہ اکیلے اور کچھ پریشان سے اور ایک دفعہ ڈاکٹر عبدالرشید صاحب تبسم ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ ڈی کے ساتھ۔ یہ ۱۹۸۳ء کی بات ہے ان کے اعزاز میں ہم نے ایک گھریلو سا مشاعرہ کر ڈالا۔ ڈاکٹر پروفیسر نصیر احمد خان کے گھر ڈاکٹر عبدالرشید تبسم' پرویز پروازی' مبشر احمد راجیکی' اور خاکسار۔ بعض دیگر افراد بھی۔ اگرچہ تھے تو دو تین ہی لیکن اس وقت ان کا نام ذہن میں نہیں ہے۔ اس مشاعرے میں مشاعرے والی کوئی بات نہیں تھی۔ نہ ہو ہا تھی نہ ہی ہی۔ بس جس نے شعر سنانے تھے سنائے اور جس نے داد دینی تھی ہلکی ہلکی آواز میں بہت اچھا کہا۔ اور اسی داد کو مناسب سمجھا گیا۔ ان کے متعلق تخلیق میں غلام جیلانی اصغر سرگودھا نے انجمن خیال کے کالم میں لکھا:۔

اس شمارے میں (یعنی اس سے پہلے شمارے میں) ستار طاہر کے فٹ نوٹس نہیں تھے۔ ہونے بھی نہیں چاہئیں تھے۔ وہ تو غالباً بہت جلدی میں تھا۔ اس لئے اشاعت کا انتظار نہ کر سکتا تھا۔ یوں تو ستار طاہر کے کئی مداح ہوں گے جن میں میرا نمبر بھی آتا ہے لیکن اس کی موت کا بہت کم نوٹس لیا گیا ہے۔ وہ ان لوگوں میں سے نہیں تھا کہ جن کی موت کا ذکر ٹیلیویژن کے خبرنامے میں آتا۔ لیکن وہ اتنا غیر معروف بھی نہیں تھا کہ اس کی موت کا ذکر صرف اخبار کی رپورٹ میں آتا۔ البتہ اس موقعہ پر انور سدید نے جنگ میں جو نوٹ لکھا اس کی پور پور سے لکھنے والے کی محبت رس رہی تھی۔ انور سدید اور ستار طاہر کے ادبی تعلقات کوئی زیادہ خوشگوار نہیں تھے۔ لیکن انور سدید میں یہ خوبی ہے کہ وہ جیتے جاگتے ادیب کو تو چھوٹا بڑا زخم لگانے میں کوئی زیادہ احتیاط سے کام نہیں لیتا۔ لیکن جب وہی ادیب زندگی سے اپنا ناطہ توڑ لیتا ہے تو وہ پہلا آدمی ہوتا ہے جو اس کی قبر پر پھولوں کی چادر چڑھاتا ہے۔ اس کی تنقید یا تنقیص کو صرف نظر کر دیتا ہے اور صرف اس کی خوبیوں کا ثناء خواں بن جاتا ہے۔ یہ ہزار خوبیوں کی ایک خوبی ہے۔

ستار طاہر کی موت میرے لئے ذاتی صدمہ ہے۔ وہ کتابوں کا ایک نہایت ذہین اور سمجھدار قاری تھا۔ اور بازار میں فکشن کی کوئی نئی کتاب آتی وہ اسے خود بھی پڑھتا اور اپنے قارئین کو بھی پڑھاتا۔ اس کی کتاب خوانی میں یہ خوبی تھی کہ قاری بھی اس کے فٹ نوٹ سے اتنا مواد حاصل کر لیتا تھا کہ اصل کتاب پڑھنے کی نوبت ہی نہ آتی۔ میں نے خود۔ مارکوئیس۔ شرڈن۔ ہیرلڈ رابیل۔ ہرمن ہیلس۔ کو سبقاً سبقاً نہیں پڑھا لیکن میں کسی معقول مجلس میں (جن میں پڑھے لکھے افرد کی تعداد کم ہو) "پرانی شامیں" "تنہائی کے سو سال" اور "سدھارتھ" پر سیر حاصل تبصرہ کر سکتا ہوں اور اگر مجھے خدا کا ڈر نہ ہو تو میں ان کتابوں کے متعلق ایسی باتیں واشگاف الفاظ میں کہہ سکتا ہوں جو شائد کتابوں میں بھی موجود نہ ہوں۔ یہ اعتماد' یہ علم' مجھے ستار طاہر کی نگارشات سے ملا ہے۔ اور اب جب وہ مجھے یوں بے دست وپا چھوڑ کر یہاں سے ہمیشہ کے لئے چلا گیا ہے تو مجھے اپنے سمیت ان تمام نوجوانوں قارئین پر ترس آتا ہے جو ٹی ہاؤس میں پورے اعتماد سے مشرق و مغرب کے ادیبوں پر گفتگو کرتے تھے (میں ادبی خیرات سے استفادہ کرنے والوں کو احترام کی نظروں سے دیکھتا ہوں اس لئے میری معروضات کو اس روشنی میں دیکھا جائے)

ستار طاہر کے زندہ رہنے سے کسی کو کوئی نقصان پہنچنے کا احتمال نہیں تھا۔ اس کی بحثیں بے ضرر تھیں۔ اس کے جھگڑے وقتی تھے۔ اس کی محبتیں گہری تھیں۔ اس کا خلوص ناپید اکنار تھا۔ وہ کسی صاحب اقتدار سے پلاٹ' پرمٹ' یا روپیہ نہیں مانگتا تھا۔ اسے تو بیوی بچوں کے لئے صرف دو وقت کی روٹی اور پڑھنے کے لئے پیپر بیک کی ضرورت تھی۔ اس کے بعد کتابوں کا یہ طوفان بلا کس کے گھر جائے گا۔ بہر صورت ہر چیز فانی ہے۔ صرف وہی رہے گا جو ہمیشہ رہنے والا ہے۔ رب ذوالجلال والاکرام۔

اسی طرح یوسف حسن نے راولپنڈی سے لکھا:۔

ستار طاہر مرحوم کے لئے تخلیق کے شمارے کا ایک حصہ مخصوص کر کے آپ نے اپنے قارئین پر احسان کیا ہے۔ مرحوم کی ادبی خدمات کا سلسلہ بہت طویل ہے۔ امید ہے ان خدمات سے آگاہی رکھنے والے اہل قلم کسی بخل سے کام نہیں لیں گے"

اور صابر آفاقی نے لکھا:۔

جواں مرگ ستار طاہر کی موت سب اہل قلم کا مشترک دکھ ہے۔ آپ نے ان کی شخصیت کے بارے معلومات پہنچا کر نیک کام کیا ہے۔ جزاک اللہ۔

محمد خالد اختر نے ستار طاہر کے متعلق لکھا:۔

جب ستار طاہر کے اس دنیا سے اچانک چلے جانے کی خبر پہلے پہل اجمل کمال نے مجھے دی تو دل دھک سے رہ گیا۔ میں مرحوم کو اس کی زندگی میں کبھی نہیں ملا مگر ایک طرح ہم ایک دوسرے کو جانتے تھے۔ میں اس کے فٹ نوٹس کی خاطر تخلیق کے پرچے افکار کے دفتر سے اٹھالاتا تھا اور حیران ہوتا تھا کہ اس شخص کا مغربی ادب کا مطالعہ کتنا وسیع ہے۔ تمہارے Readable پرچے میں سب سے زیادہ Readable یہی فٹ نوٹس ہوتے تھے۔ اور مجھے معلوم ہے ایک زمانے میں غلام عباس مرحوم اور میرے پیارے دوست کمانڈر انور بھی انہیں مزے لے لے کر پڑھتے تھے۔ مغربی ادب کا کیڑا میں بھی ہوں اور سچ ہے ساری عمر میں اس کے علاوہ اور کوئی کام بھی نہیں کیا۔ لیکن ستار طاہر کو پڑھتے ہوئے مجھے ہمیشہ یہ احساس ہوتا تھا کہ اس کا مغربی ادب کا مطالعہ مجھ سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔ تم نے اسے "ایک مختلف آدمی" کہا ہے میری رائے میں وہ ایک غیر معمولی آدمی تھا۔ زیادہ افسوس اس کے جانے کا اس لئے بھی ہے کہ آخری دنوں میں اس کے اندر کا آرٹسٹ بیدار ہو رہا تھا اور ان دنوں اس نے دو تین ایسی کہانیاں لکھیں (جو افکار میں چھپیں) جو ہر لحاظ سے مکمل تھیں۔ اس کی آخری کہانی "اپنا اپنا دھندا" تو یقیناً ایک شاہکار کہانی ہے۔ اس کا مغربی ادب کا مطالعہ رائیگاں نہیں گیا تھا۔ اس نے اس سے بہت کچھ حاصل کیا تھا۔

عاصم مرزا نے لکھا:۔

نیا شمارہ مل گیا ہے۔ عزت افزائی کا بہت بہت شکریہ۔ برادرم ستار طاہر مرحوم کے لئے ایک حصہ وقف کر کے آپ نے انسانیت نوازی کا جو ثبوت دیا ہے وہ قابل تحسین ہے۔ [illegible] انسانیت کا پرچار کرنے والے سبھی دانش ور بزدل ثابت ہوتے ہیں۔ اور ظاہر کر دیا ہے کہ وہ صرف اپنے ذاتی مفاد کے سوا اور کسی کو بھی عزیز نہیں رکھتے۔ ان لوگوں کے متعلق جس دکھ کا آپ نے اظہار کیا ہے وہ ان کے بہروپ کے سارے پردے چاک کر دیتا ہے۔

ابھی تک مرحوم لکھتے ہوئے جی گھبراتا ہے۔ انہوں نے زندگی ہی کچھ اس ڈھب سے گزاری ہے کہ یہی محسوس ہوتا ہے کہ ابھی وہ آجائیں گے۔ سگرٹ کے کش پہ کش لگاتے ہوئے۔ متبسم چہرے کے ساتھ۔

شمس نغمات نے لکھا:۔

تخلیق کے شمارہ نمبر ۱۸ اگست ۹۳ء کا مطالعہ اور دوہرائی مکمل کر لی۔ یہ جو تم نے دبستان تخلیق کے بچھڑنے والے رکن ستار طاہر کے بارے میں رفتگان کے تحت چند آنسو ستار طاہر کے لئے تخلیق کے صفحات میں جمع کئے ہیں۔ اس کا تمہیں بڑا اجر ملے گا۔ اس لئے کہ بچھڑ جانے والے پیارے لوگوں کے لئے تو ایک آنسو ہی سمندر ہوتا ہے تم نے تو آنسوؤں کے سمندر اکٹھے کر لئے۔ اور یقیناً تخلیق کے قاری ستار طاہر کی کمی کو مدتوں محسوس کریں گے۔ ہمیشہ اس لئے نہیں کہتا کہ یہ سب کہنے کی باتیں ہوتی ہیں۔ اور کہنے کی بات اور اپنی بات میں کوئی تو فرق ہونا چاہئے ورنہ لوگ تمہاری بات کو کیا سمجھیں گے۔ سمجھ جائیں تو ان کا بھلا۔

اب ستار طاہر کے بارے میں چند باتیں۔ میں ستار طاہر کی ادبی صلاحیت کا ہمیشہ سے قائل رہا ہوں میں ان کے مضامین اور تراجم بہت اشتیاق سے پڑھتا رہا ہوں۔ اور میری ہمیشہ یہ خواہش رہتی رہی کہ میں انہیں اپنی کتابیں بھیجوں اور ان سے رائے طلب کروں۔ لیکن مجھے بہت دنوں تک ان کا پتہ معلوم نہ ہو سکا۔ ان سے عقیدت کی وجہ یہ ہے کہ وہ بہت وسیع المطالعہ شخص تھے اور اردو کے ساتھ ساتھ مغربی ادب کا بھی وسیع اور ہمہ گیر مطالعہ تھا' میں اخبارات و رسائل میں ان کے مضامین پڑھتا رہا۔ اور ان کی کئی کتابیں مثلاً دنیا کی سو عظیم کتابیں' حلقہ دام خیال وغیرہ خریدی تھیں۔ مگر ان کے اور جنل افسانہ نگار اور ناقد ہونے کا علم بہت بعد میں ہوا۔ اور وہ بھی ادبی رسائل میں ان کی طبع زاد تحریریں پڑھنے کے بعد۔ میں ان سے ملنے کا بڑا مشتاق تھا۔ مجھے جب معلوم ہوا کہ ہمدرد کے حکیم محمد سعید صاحب نے ان سے اپنی سوانح حیات لکھوانے کے لئے انہیں طلب کیا ہے تو میں بہت خوش ہوا۔

اختر ضیائی نے لکھا:۔

ستار طاہر کی وفات ادبی دنیا کے لئے بالخصوص تخلیق کے لئے عظیم نقصان ہے۔ ان کا تخلیقی اثاثہ اور ادب کے مختلف شعبوں میں تخلیقی صلاحیت اور ان کے مکمل کام کے بارے میں جان کر رشک بھی آیا اور افسوس بھی ہوا کہ ہمارے یہاں کیسے کیسے باصلاحیت اہل قلم اپنی عمر گراں مایہ ناقدری کی حد تک سرد مہری اور محض مادی ضرورتوں کی کفالت کی تگ و تاز میں صرف کر کے رخصت ہو جاتے ہیں۔ یورپ میں بعض مصنفین محض ایک تخلیق کے بل پر پوری زندگی آرام و آسائش اور عزت نفس کے ساتھ گزار سکتے ہیں۔

ہماری جماعت کو اس پر توجہ کرنی چاہئے کہ ذرا سا گناہ خواہ کیسا ہی صغیرہ ہو۔ جب گردن پر سوار ہو گیا تو رفتہ رفتہ انسان کو کبیرہ گناہوں کی طرف لے جاتا ہے۔ طرح طرح کے عیوب مخفی رنگ میں انسان کے اندر ہی اندر ایسے رچ جاتے ہیں کہ ان سے نجات مشکل ہو جاتی ہے۔

(حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ڈاکٹر عبدالرشید تبسم (ایم اے-پی ایچ ڈی)

ڈاکٹر عبدالرشید تبسم کے متعلق اکبر حمیدی کہتے ہیں:-

ڈاکٹر عبدالرشید تبسم اپنے نام کے ساتھ ایم-اے- ضرور لکھتے تھے- پھر جب انہوں نے امریکہ سے مابعد الطبیعات میں پی-ایچ-ڈی کی ڈگری حاصل کرلی- تب سے اپنے نام کے ساتھ ایم-اے-پی-ایچ-ڈی لکھنے لگے- وہ کہا کرتے تھے کہ ایم-اے-ہونا کوئی معمولی بات نہیں ہے- ایم-اے لکھنے سے آدمی پڑھا لکھا لگتا ہے-

ادبی فاؤنڈیشن جسے وہ لٹریچر فاؤنڈیشن بھی کہا کرتے تھے- تبسم صاحب کا ذاتی ادارہ تھا- جس کا دفتر ان کی کوٹھی میں تھا- اس کے اراکین کی تعداد پانچ سو سے تجاوز کر چکی تھی- دوسرے خصوصی جلسوں کے علاوہ اس ادارہ نے گذشتہ چالیس برسوں میں ۶۰۰ سے زائد طرحی مشاعرے کروائے تھے- لاہور کے ' خصوصاً ماڈل ٹاؤن کے ' ریٹائرڈ اور ریٹائرمنٹ کے قریب شعراء کی بڑی تعداد اس ادارے کی رکن تھی- یگانی جالندھری مرحوم لٹریچر فاؤنڈیشن کے سیکرٹری جنرل تھے- تبسم صاحب نے اراکین شعراء کو صرف اراکین ہی نہیں بلکہ اپنے گھرے اور قریبی احباب بنا رکھا تھا- وہ ان کے گھروں پر جاتے فون پر ان سے رابطہ رکھتے- ان کے دکھ سکھ میں شریک ہوتے- ادبی فاؤنڈیشن کے اراکین پاکستان بھر میں پھیلے ہوئے تھے- جن سے تبسم صاحب کی خط و کتابت میل ملاقات اور فون پر گفتگو کا سلسلہ ہمیشہ قائم رہتا تھا بلکہ دور دراز کے دوستوں کے دکھ سکھ میں بھی وہ ہمیشہ شریک ہوتے- ادبی فاؤنڈیشن کے اراکین کی تعداد ویسے تو تسلی بخش تھی مگر تبسم صاحب نے شائد اس تعداد کو کبھی تسلی بخش نہیں سمجھا تھا- وہ ہمیشہ اسمیں اضافہ کرنے میں لگے رہتے تھے- پاکستان بھر سے ۵۲ ادبی و شعری تنظیموں کے نام انہوں نے معاون تنظیموں کے طور پر اپنی فہرست میں درج کر رکھے تھے- وہ کہا کرتے تھے کہ دوست خواہ کتنے بھی زیادہ ہوں پھر بھی کم ہوتے ہیں-

ادبی فاؤنڈیشن کے صدر تبسم صاحب ہی تھے- مشاعرے تبسم صاحب کے گھر پر ہوتے تھے- بلکہ تبسم صاحب ہی صدر ہوتے- ان کا موقف یہ تھا کہ تنظیم کے صدر ہی کو تنظیم کے مشاعروں کی صدارت بھی کرنی چاہئے- اور یہ کہ جب تنظیم کا اپنا صدر موجود ہے تو باہر سے صدر لانے کی کیا ضرورت- مشاعرے طرحی ہوتے اور ان کی گنتی کا حساب رکھا جاتا- ہر کارڈ پر لکھا ہوتا کہ یہ اتنے سوواں مشاعرہ ہے- کارڈ پوسٹ کارڈ کے سائز کا ہوتا جس پر لٹریچر فاؤنڈیشن ۱۰۳-سی-ماڈل ٹاؤن-لاہور کے الفاظ چھپے تھے- اطلاع کے لئے ہمیشہ یہی کارڈ بھیجا جاتا- آخر میں ڈاکٹر تبسم کے اپنے ہاتھ سے لکھا ہوتا- ضرور تشریف لائیے اور پھر ڈاکٹر عبدالرشید تبسم ایم-اے-پی ایچ ڈی کے الفاظ چھپے ہوتے- اوپر ڈاکٹر صاحب کے دستخط ہوتے مشاعرے پندرہ روزہ ہوتے- مشاعرہ جمعہ کے روز گیارہ بجے شروع ہوتا جو دو بجے تک ختم ہوتا- پھر چائے ہوتی- لاہور سے باہر کے شاعروں کے لئے کھانے کا انتظام بھی ہوتا- لاہور کے خاص خاص دوست بھی اس میں شریک ہوتے باہر کے دوستوں کے لئے تبسم صاحب کا گھر ایک مستقل قیام گاہ تھی- دوست دو دو تین تین روز یہاں قیام فرماتے باہر کے کیا لاہور کے بعض دوست بھی حسب ضرورت دو دو چار چار دن ان کے ہاں قیام کر لیتے- تبسم صاحب ملازمت سے ریٹائر ہو کر اکیلے ہی رہ رہے تھے- بچے روزگار کے سلسلے میں مستقل طور پر ملک سے باہر تھے- لیکن تبسم صاحب کی ۲۰-۲۲ کمروں پر مشتمل کوٹھی ہمیشہ تبسم صاحب کے دوستوں کے لئے چشم براہ رہتی- وہ خود بھی خط لکھ کر دوستوں کو مدعو کرتے رہتے ان کے عزیز و اقارب نے اور دوسرے لوگوں نے بھی کوٹھی کرایہ پر لینے کے لئے متعدد بار تبسم صاحب پر حملے کئے اور کہا کہ اتنی بڑی کوٹھی میں آپ رہ کر کیا کریں گے- مگر تبسم صاحب نے ہمیشہ یہ کہہ کر کوٹھی تو خود میرے لئے ناکافی ہے- حملہ آوروں کا پسپا کر دیا-

ڈاکٹر تبسم کی زندگی کے کئی محاذ تھے- اور ہر محاذ اتنا وسیع تھا کہ چھوٹا موٹا آدمی تو ان میں سے ایک محاذ پر بھی پورا نہیں اتر سکتا تھا- مگر تبسم صاحب ایک تو سب جنجالوں سے فارغ تھے اور دوسرے وہ ایک منظم زندگی بسر کرنے کے عادی تھے- یہ نظم و ضبط ان کی ذات سے شروع ہوتا تھا- مثلاً میں نے ہمیشہ انہیں کوٹ پتلون اور سفید عینک میں ملبوس دیکھا- گلے میں نکٹائی اور سر پر ہیٹ یا ٹوپی جو ماتھے پر آگے بڑھی ہوئی' ضرور پہنے رہتے- یہ یونیفارم سونے سے ذرا پہلے تبدیل کرتے کرتا پاجامہ اور لمبا سیلپنگ سوٹ پہن لیتے- اکثر سردیوں کے موسم میں کوٹ سمیت سوتے- روزانہ ایک دو بجے رات تک لکھتے پڑھتے- ان کی دو درجن سے زائد کتابیں اس باقاعدگی کا سبب ہیں- ان کی بیگم بہت عرصہ پہلے فوت ہو گئی تھیں- اب وہ بظاہر گھر پر اکیلے ہی رہتے تھے- بظاہر اسی لئے کہ کسی نہ کسی تعلق دار کو ہمیشہ گھر پر رکھتے-

سونے کے کمرے میں ہمیشہ اخبارات رسائل کتب ہر طرف بکھرے پڑے رہتے- میں کئی مرتبہ تو تبسم صاحب کمرہ میں ٹھہرا- اس کا نقشہ بہت عجیب تھا- کمرے کے درمیان میں دو پرانی طرز کے نواری پلنگ رکھے ہوئے تھے- انگیٹھی کے اوپر ان کی بیگم بیٹوں بیٹیوں بہوؤں پوتوں پوتیوں کی بے شمار تصاویر رکھی تھیں...... شائد اس طرح وہ ان سب کی قربت محسوس کرتے- مگر انہوں نے کبھی ان کی طرف دھیان نہیں دیا تھا- نہ جانے یہ تصاویر کب سے یہاں دھری تھیں- پچھلی ربع صدی سے وہ اسی طرح زندگی گذار رہے تھے- درمیان میں کئی بار امریکہ انگلینڈ اور دوسرے ممالک میں بھی گئے جہاں ان کے بچے تھے- واہ کینٹ بھی جاتے جہاں ان کی بیٹی ہیں- مگر لاہور میں وہ تن تنہا ہی رہتے- خوب مصروف اور گہما گہمی کی زندگی بسر کرتے تھے- ایک دفعہ میں نے پوچھا آپ تنہا کس طرح رہ رہے ہیں کہا یہ باتیں سوچنے کے لئے میرے پاس وقت ہی نہیں ہے- یہ درست بھی ہے- وہ کبھی فارغ دکھائی نہیں دیتے تھے- ہر روز صبح نو-دس بجے تیار ہو کر گھر سے نکل جاتے- موسم گرما ہوتا تو دو تین بجے اور موسم سرما ہوتا تو پانچ چھ بجے واپس آتے- دوستیاں بنانا اور دوستیاں نبھانا ڈاکٹر تبسم پر ختم تھا- ادبی فاؤنڈیشن کے ۵۰۰ سے زائد اراکین گویا ان کے ذاتی دوست تھے- ان کے کاموں کو اپنے ذمہ لیتے- ان کو وقت دیتے اتنا وقت کہ کوئی اور شائد نہ دے سکے- ان کے لئے خرچ کرتے- اتنا خرچ کہ شائد ہی کوئی کر سکے- ان کے کام کرتے اتنے کام آتے کہ شائد ہی کوئی آ سکے- انہوں نے لاہور شہر کے کئی مرحوم شعرا کی بیٹیوں کو اپنی بیٹیاں بنا رکھا تھا- ان میں سے بعض لاہور کے نامی گرامی شعراء کی بیٹیاں ہیں- ڈاکٹر تبسم ان کی سرپرستی کرتے ان کے گھروں پر جا کر ان کے حال واحول سے باخبر رہتے- تہواروں پر تحفے عیدین پر عیدیاں بھیجتے- مشکل میں تن من دھن سے ان کے لئے وقف ہو جاتے- لاہور کے ایک خواتین کالج میں میں نے ایک منظر خود اپنی آنکھوں سے دیکھا- میری بیٹی کے اس کالج میں داخلہ کا مسئلہ درپیش تھا- میں ان دنوں گوجرانوالہ سے اسلام آباد جا چکا تھا- داخلے کے مسئلہ کا میں نے ڈاکٹر تبسم صاحب سے ذکر کیا- وہ مجھے ہمراہ لے کر اس کالج پہنچے جہاں داخلہ مقصود تھا- ایک چٹ پر اپنا نام اور اس کالج کی ایک خاتون پروفیسر کا نام لکھ کر بھیجا- چند منٹوں میں پروفیسر خاتون تقریباً دوڑتی ہوئی آئیں اور تبسم صاحب سے اباجی کہہ کر لپٹ گئیں- منہ بولی بیٹی سے شفقت اور محبت کا یہ منظر ابھی تک میری آنکھوں میں ہے- تبسم صاحب نے پگھلے ہوئے تبسم سے پوچھا- بیٹی میری عیدیاں ملی ہیں یا نہیں- میرے خطوط کیا مل رہے ہیں- خاتون پروفیسر نے خوشی کے آنسوؤں میں بھیگی ہوئی مسکراہٹ سے جواب دیا کہ اباجی آپ کی بھیجی ہوئی ساری چیزیں مجھے مل رہی ہیں لیکن خود آپ مجھے نہیں مل رہے- پھر بڑے لاڈ سے کہا- آپ گھر آئیں نا- تب مجھے لگا جیسے ایک بیٹی اپنے حقیقی باپ سے لاڈ پیار کر رہی ہے- ایسے کتنے ہی رشتے انہوں نے بنا رکھے تھے- شائد کبھی انہوں نے اپنے دوستوں کی بچیوں کے سروں پر ہاتھ رکھا تھا- پھر وہ صاحب روزگار ہو گئیں- اپنے گھربار والی ہو گئیں- مگر تبسم صاحب نے اپنا دست شفقت ان کے سروں سے نہیں ہٹایا- وہ زندگی بھر تعلقات نبھانے کے قائل تھے-

میرے ساتھ جو ان کی دوستی کا آغاز ہوا- میں ان دنوں گوجرانوالہ میں تھا- مجھے خط لکھ لکھ کر بلاتے- دو دو تین تین روز ٹھہرنے پر اصرار کرتے- کہتے تھے آپ ہفتہ وار چھٹی پر لاہور آ جایا کریں- میں جب بھی گیا وہ دیکھ کر باغ باغ ہو گئے- معمول یہ ہوتا کہ میں شام کو ان کے ہاں پہنچتا- پہلا ایک گھنٹہ اور بعض اوقات دو دو گھنٹے ہم اکٹھے بیٹھ کر باتیں کرتے ایک دوسرے کا حال احوال پوچھتے- وہیں چائے پی جاتی- پھر میں اٹھ کر منہ ہاتھ دھوتا- کپڑے بدلتا- پھر کھانا کھاتے تھے- اور اکثر باہر سے کھاتے- واپس آکر ہم بیٹھتے اور پھر سے باتوں میں لگ جاتے- ایک دوسرے کے مسائل اور معاملات کو جانتے- زیادہ تر تبسم صاحب ہی مجھ سے پوچھتے رہتے- پھر ایک دوسرے کو نئی غزلیں سناتے- درمیان میں ایک دو مرتبہ چائے آتی- تب رات ایک دو بجے ہم اپنے اپنے سونے کے کمروں میں چلے جاتے-"

یہ تحریر اس مضمون کا ایک حصہ ہے جو اکبر حمیدی نے اپنی حال ہی میں شائع ہونے والی کتاب "قد آدم" میں خاکے کے طور پر پیش کی ہے-

(ن-س)

زندگی کا اصل منشاء اور درازی عمر کی غائت تو کامیابی اور بامراد ہونا ہے- پس جب کوئی شخص اپنے مقاصد میں کامیاب اور بامراد ہو جاوے اور اس کو کوئی حسرت اور آرزو باقی نہ رہے اور مرتے وقت نہایت اطمینان کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہو تو وہ گویا پوری عمر حاصل کر کے مرا ہے اور درازی عمر کے مقصد کو اس نے پالیا ہے- اس کو چھوٹی عمر میں مرنے والا کہنا سخت غلطی اور نادانی ہے-

صحابہؓ میں بعض ایسے تھے جنہوں نے بیس بائیس برس کی عمر پائی مگر چونکہ ان کو مرتے وقت کوئی حسرت اور نامرادی باقی نہ رہی بلکہ کامیاب ہو کر اٹھے تھے اس لئے انہوں نے زندگی کا اصل منشاء حاصل کر لیا تھا-

اگر انسان خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری میں مر جائے تو جانے کہ اس نے بڑی عمر حاصل کر لی ہے کیونکہ بڑی عمر کا اصل مدعا یہ تھا کہ مخلوق کو فائدہ پہنچا کر اور خدا تعالیٰ کے اوامر کی اطاعت کر کے اپنے مولا کو راضی کرے وہ اس نے حاصل کر لیا اور مرتے وقت اس کے دل میں کوئی حسرت نہیں رہی-

(حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

خلافت لائبریری ربوہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

واقفینِ نَو

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تمام واقفینِ نَو کو صحت و تندرستی کے ساتھ لمبی عمر عطا فرمائے۔ اور وہ بڑے ہو کر خود اپنے آپ کو وقف کے لئے پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں۔

طلحہ رفیق ابن مکرم رفیق احمد
طاہر آباد- ربوہ

محمد کامران سلیم ابن محمد سلیم
بھوڑو چک ۱۸ ضلع شیخوپورہ

نازش ہما بنت قدرت اللہ طارق لاہور

قدسیہ رمضان بنت محمد رمضان لاہور

ھبتہ الحیٰ بنت منصور احمد ربوہ

توقیر احمد ابن عبد اللطیف
چک نمبر ۸۹ رتن ضلع فیصل آباد

سندس بنت منظور احمد- لاہور

میر مبرور احمد ابن میر مظفر احمد گجرات

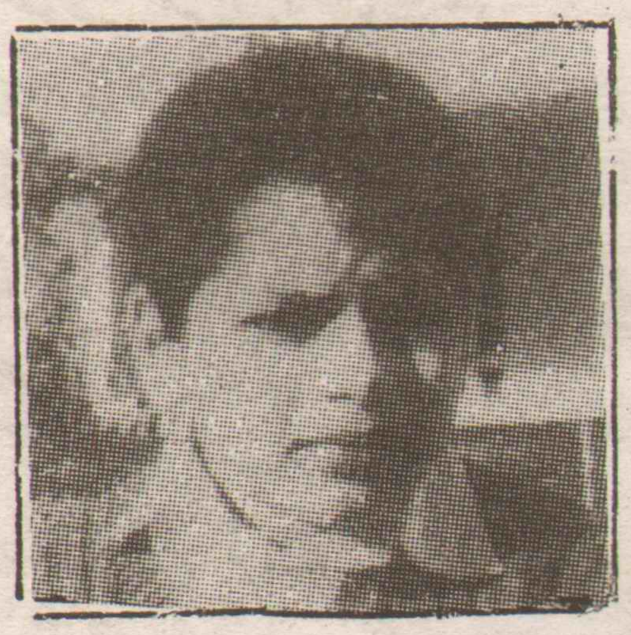

یوسف خان ابن حمید الدین مردان

شہاب الدین ابن ریاض الدین
مردان

طاہر احمد ابن رانا مقبول احمد
گوٹھ خلیل آباد فارم سندھ

ملیحہ سعادت بنت سعادت احمد
کوٹ کرم بخش ضلع سیالکوٹ

واحد احمد ابن عبد الصمد مردان

طاہرہ فردوس بنت رانا مقبول احمد
گوٹھ خلیل آباد فارم سندھ

احتشام احمد ابن مجید احمد مردان

سعید الدین احمد ابن حنیف احمد محمود
لاہور

بقیہ صفحہ ۱

اور پھر ایک مکا مارا۔ پھر اپنے ایک ایک رشتہ دار کا نام لیتا جاتا۔ اور مکے مارتا جاتا۔ آخر اس نے ہاتھ جوڑے اور کہا میں اس دعوے سے باز آیا۔

نبی کو اگر کوئی مارے تو حقیقت مشتبہ ہو سکتی ہے کیونکہ وہ تو انسان ہیں اور ماریں کھاتے ہیں۔ لوگ انہیں ہر قسم کے دکھ دیتے ہیں اور ان دکھوں اور تکلیفوں کے ذریعہ ہی ان کی سچائی روشن ہو جاتی ہے اور یہ ان کی ترقی کا ذریعہ ہو جاتی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ اپنی تائید و نصرت سے دکھا دیتا ہے کہ وہ اس کی طرف سے ہیں۔

مگر خدائی کا دعویٰ بے وقوفوں کے سوا کون کر سکتا ہے۔ پھر یہ دعویٰ کرنے والے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو منہ سے ایسا دعویٰ کرتے ہیں۔ دوسرے وہ جو عملاً کرتے ہیں حکومت و اقتدار کے لحاظ سے مال و دولت کے لحاظ سے علم و فن کے لحاظ سے۔ کسی کو کوئی رتبہ ملتا ہے تو وہ اپنی ہستی سے باہر ہو جاتے ہیں۔ وہ اس قسم کے دعوے عمل سے کرتے ہیں۔ اور یہی دعوے آخر ان کی ذلت و نامرادی کا موجب ہو جاتے ہیں۔ گو اسے اس وقت کوئی نہ سمجھے مگر حقیقی ترقی عبودیت میں ہے۔ جس قدر انسان عبد بنتا ہے اسی قدر اس کی ترقی اور معرفت کے دروازے کھلتے جاتے ہیں۔ کیونکہ اپنے علم اپنی ذات اپنی عقل اور تدبیر پر کوئی ناز نہیں ہوتا۔ اس لئے اس کی کوشش ہمت اور تدبیر میں سستی نہیں ہوتی اور خدا تعالیٰ اسے برکت دیتا ہے، لیکن جہاں کسی قوم نے خدائی کا دعویٰ کیا جو عملاً ہوتا ہے۔ تو یہ دعویٰ اس کے تنزل کا پہلا قدم ہوتا ہے۔ پھر وہ نیچے گرنے لگتی ہے۔ گو اس کا یہ تنزل کسی کو نظر نہ آتا ہو، لیکن آخر ایک بار ہی ایسی گرتی ہے کہ پھر اس کی بربادی اور تنزل بالکل ظاہر ہو جاتا ہے۔

(از خطبہ ۲۸۔ جون ۱۹۱۸ء)

خلافت لائبریری ربوہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خبریں

ربوہ : 29- مئی-1995ء
گرمی کی شدت کا سلسلہ دوبارہ شروع ہو گیا ہے
درجہ حرارت کم از کم 27 درجے سنٹی گریڈ
زیادہ سے زیادہ 42 درجے سنٹی گریڈ

○ وزیر اعظم نے اعلان کیا ہے کہ پنجاب میں سیاسی مقاصد نہ رکھنے والا شخص گورنر بنایا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ گورنر مقرر کرنے کی جلدی نہیں ہے ساتھیوں سے صلاح مشورہ کر رہی ہوں۔ ایسا شخص مقرر کیا جائے گا جس میں انتظامی صلاحیتیں ہوں۔ صوبہ میں مخلوط حکومت خوش اسلوبی سے کام کر رہی ہے۔ وزیر اعظم نے کہا کہ توہین رسالت کے قانون پر ہم مذہبی جماعتوں سے مذاکرات کے لئے تیار ہیں۔ انتظامیہ کو جب تک ضرورت ہے رینجرز کراچی میں رہیں گے بلدیاتی الیکشنوں کے بارے میں انہوں نے بتایا کہ یہ الیکشن جلد ہوں گے۔ وزیر اعظم نے کہا توہین رسالت کے قانون پر عمل در آمد کا طریقہ کار بہتر بنایا جائے گا۔ حکومت چاہتی ہے کہ اس قانون کے تحت کسی کے خلاف جھوٹا مقدمہ درج نہ ہو۔ انہوں نے کہا کہ حکومت نے ملی یکجہتی کونسل کی اپیل پر ہڑتال میں کوئی مداخلت نہیں کی۔ کراچی کے بارے میں انہوں نے کہا کہ وہاں پر لوگوں نے حکومتی اقدامات کی حمایت شروع کر دی ہے وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ حکومت دہشت گردی ختم کرنا اور امن بحال کرنا چاہتی ہے۔

○ وزیر اعظم نے حسینیہ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ آج کے یزید کراچی میں خون کی ہولی کھیل رہے ہیں۔ ادھر کشمیری مجاہدین بھارتی یزیدیوں سے نبرد آزما ہیں۔ وہاں کا ہر شہر کربلا بنا ہوا ہے۔ انہوں نے انکشاف کیا کہ بھارت مجھے قتل کرانا چاہتا ہے۔ میرے قتل کے لئے کراچی کی ایک جماعت کو راکٹ لانچر دیئے گئے۔ انہوں نے کہا کہ میں جان دے دوں گی لیکن ملک پر حرف نہیں آنے دوں گی۔ انہوں نے کہا کہ کراچی کے حالات بگاڑنے والی جماعت کو اپنا مستقبل اب تاریک نظر آ رہا ہے۔ اس لئے یہ دہشت گردی پر اتر آئے ہیں۔ یہ شیطان ہیں۔ انہیں سزا مل کر رہے گی۔ یہ میری جان کے دشمن ہو چکے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نواز شریف حالات خراب کرنا چاہتے ہیں۔ رینجرز کو واپس نہیں بلائیں گے۔

○ وزیر اعظم نے کہا ہے کہ میرے پاس ٹھوس شواہد موجود ہیں کہ شریف خاندان نے ۶- ارب روپے خورد برد کئے ہیں۔ یہ عدالتوں سے نہیں بچ سکتے۔

○ وزیر اعظم نے کہا کہ پریسلر ترمیم دو سال تک ختم ہو جائے گی۔

○ واپڈا کے چیئرمین نے بتایا ہے کہ بجلی کے نرخوں میں وسیع پیمانے پر اضافہ ہو گا۔ بجلی پیدا کرنے کے نئے منصوبے شروع کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ مالی وسائل درکار ہیں۔ اس سال بجلی کی لوڈ شیڈنگ نہیں ہو گی۔

○ ایک خبر کے مطابق جونیجو لیگ نے منظور احمد وٹو کو گورنر بنانے کی تجویز مسترد کر دی ہے۔ جونیجو لیگ کے ذرائع نے کہا ہے کہ یہ بات ایسی ہی ہے جیسے ہم کہیں کہ ہم حامد ناصر چٹھہ کو وزیر اعظم بنانے کا مطالبہ کرتے ہیں۔

○ پنجاب اسمبلی میں قائد حزب اختلاف مسٹر پرویز الٰہی نے گورنر پنجاب کے لئے ممکنہ ناموں پر طنز کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان سب کو تو وٹو کھا جائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ صدر لغاری بہت سے معاملات پر ناخوش ہیں لیکن وہ اپنا موثر ہونا بھی تو ثابت کریں۔

○ قائد حزب اختلاف مسٹر نواز شریف نے کہا ہے کہ ملک کو تباہی کی طرف لے جانے والی حکومت سے چھٹکارا پانا بہت ضروری ہے۔ ہر طرف افراتفری ہے۔ معصوم عوام کرپشن اور لاقانونیت کے بوجھ تلے سسک رہے ہیں۔

○ سرکاری ترجمان نے کہا ہے کہ وزیر اعظم نے مہاجروں کو بزدل چوہے نہیں کہا۔ الطاف حسین کا بیان شرانگیز ہے۔ محب وطن مہاجر خود دہشت گردوں سے نفرت کرتے ہیں۔ وزیر اعظم نے ان دہشت گردوں کو بزدل چوہے کہا تھا جو رینجرز اور پولیس پر چھپ کر حملے کرتے ہیں۔

○ شکر گڑھ میں ایم پی اے کے بھتیجے سمیت ۳- افراد کو فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا گیا۔

○ بوسنیا کے وزیر خارجہ ہلاک ہو گئے۔ وہ ہیلی کاپٹر میں جا رہے تھے کہ سربوں نے ہیلی کاپٹر مار گرایا۔ مسٹر عرفان لوبیانجک کو گزشتہ برس وزیر خارجہ بنایا گیا تھا۔

○ بی بی سی نے کہا ہے کہ ۲۷ مئی کی ہڑتال سے یہ واضح ہو گیا ہے کہ طویل عرصہ کے بعد پاکستان کی تمام اسلامی جماعتیں متحد ہو گئی ہیں توہین رسالت کے قانون میں ترمیم پر کوئی بھی راضی نہیں۔ مذہبی فرقہ واریت میں کمی کے امکانات پیدا ہو گئے ہیں۔

○ ۲۷ مئی کی ہڑتال کی کامیابی کا ذکر کرتے ہوئے امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمد نے کہا کہ اس ہڑتال سے ثابت ہو گیا ہے کہ قوم دینی قیادت کی منتظر تھی جو اسے مل گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ کونسل کے انتخابی اتحاد کی باتیں قبل از وقت ہیں۔ ہڑتال کی کامیابی سے ہماری ذمہ داریاں بڑھ گئی ہیں۔

○ ایم کیو ایم کے سربراہ الطاف حسین نے کہا ہے کہ میں اپنے کارکنوں کو مسلح جدوجہد کا درس نہیں دوں گا۔ میں ملک کی سلامتی چاہتا ہوں۔ اقتدار مافیا ملک کو توڑنے کا کھیل جاری رکھے ہوئے ہے۔ حکومت ملک کو آمریت کی طرف لے جا رہی ہے۔ انہوں نے اخبارات کے ایڈیٹروں کے نام ایک خط میں کہا ہے کہ حکمران طاقت کا استعمال کرنے کی بجائے مسائل کا حل بات چیت کے ذریعے نکالیں۔

○ کنٹرول لائن پر سخت کشیدگی ہے۔ پاکستان اور بھارت کی افواج میں جھڑپیں ہو رہی ہیں۔ پاک فوج کی جوابی کارروائی سے دو بھارتی بنکر تباہ ہو گئے۔ بھارتی افواج شہری آبادی مساجد، سکولوں، بازاروں اور قبرستانوں کو نشانہ بنا رہی ہے۔ بھارتی فوج نے سرحد کے قریب جنگل میں دور مار ہتھیار نصب کر دیئے ہیں۔

○ مقبوضہ کشمیر میں انتخابات ملتوی ہونے کا امکان پیدا ہو گیا ہے۔ صدر راج میں مزید توسیع کا مسودہ پارلیمنٹ میں پیش کیا جائے گا۔ مجاہدین نے آپریشن علمدار میں ۷- بھارتی فوجی ہلاک کر دیئے۔

○ کراچی میں مہاجروں کی ایک تنظیم "مہاجر رائٹس فرنٹ" کی طرف سے مہاجر حقوق کے لئے مسلح جدوجہد کے اعلان کے بعد قانون نافذ کرنے والے تمام اداروں کو چوکس کر دیا گیا ہے۔

○ بزرگ سیاستدان خان عبدالولی خان نے کہا ہے کہ ہم فرنگی سے نہیں ڈرے ذوالفقار علی بھٹو ہمیں خوفزدہ نہیں کر سکے تو بھٹو کی بیٹی ہمارا کیا بگاڑ لے گی۔ حکومت کی حیثیت کیا ہے جو وہ ٹیلی ویژن پر آ کر ہمیں دھمکیاں دیتی ہے۔ ہم اپنے حقوق ہاتھ مروڑ کر اور پیٹ پھاڑ کر لینے والے ہیں۔ ہم شریفوں کے ساتھ شریف اور بدمعاشوں کے لئے بدمعاش ہیں۔ بے نظیر کے پاس مرکز میں اکثریت ہے نہ صوبوں میں مگر باتیں آسمان کی ہو رہی ہیں۔ یہ حکومت اور پاکستان اکٹھے نہیں چل سکتے۔

○ کراچی میں ایک دن میں دس ڈاکے ڈالے گئے۔ پرائیویٹ کمپنی کے ملازم سے پندرہ لاکھ روپے چھین لئے گئے۔

○ نوابزادہ نصراللہ خان نے کہا ہے کہ کراچی سے رینجرز کی واپسی اور نئے انتخابات کا مطالبہ درست نہیں ہے۔

گمشدہ پرس و نقدی

○ ایک عدد کالا پرس جس میں ضروری کاغذات دوائیاں بجلی کے بل اور -/۲۰۰۰ روپے سے زائد رقم تھی مورخہ ۹۵-۵-۲۶ بروز جمعہ شام ساڑھے پانچ بجے کے قریب فضل عمر ہسپتال سے واپسی پر براستہ بیت مہدی محلہ دارالرحمت شرقی ب نزد بیت راجیکی تانگہ پر آتے ہوئے کہیں راستے پر گر گیا ہے اگر کسی صاحب کو ملے تو دفتر صدر عمومی میں پہنچا کر ممنون فرماوے۔ پہنچانے والے کو معقول انعام بھی دیا جائے گا۔

ہر گھر میں ہر وقت رکھنے کی دوا
گیس ٹربل۔ قبض۔ بدہضمی۔ کمی بھوک
ہاضمون رجسٹرڈ
خط لکھ کر بذریعہ ڈاک طلب کریں
نصرت دواخانہ ربوہ

اسلام آباد، لاہور، کراچی میں جائیداد کی خرید و فروخت کا با اعتماد ادارہ
عمیر ایسوسی ایٹس
ورلڈ ٹریڈ پلازا ایف ۱۰ مرکز اسلام آباد
فون : 291578
291579

انیکس کمپیوٹر اکیڈمی
21/21 دارالرحمت شرقی الف ربوہ فون: 211839
میٹرک اور F.A/F.Sc کے امتحانات سے فارغ ہونے والے طلباء و طالبات کیلئے
2 ماہ کی خصوصی کمپیوٹر ٹریننگ
داخلہ جاری ہے